ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

اسلامی قانون میں آزاد قانونی استدلال (اجتہاد) کے معیارات: تحقیقی تجزیہ

Standards of Legal Reasoning (Ijtihad) in Islamic Jurisprudence: A Research Analysis

☆عائشہ ظہور

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، ایم وائی یونیورسٹی اسلام آباد۔

☆☆خلیل الرحمان

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، ایم وائی یونیورسٹی اسلام آباد۔

☆☆☆ارم صغیر

ایم فل ریسرچ اسکالر، ایم وائی یونیورسٹی اسلام آباد۔

Abstract

This exploration delves into the crucial standards guiding independent legal reasoning, known as Ijtihad, within the framework of Islamic law. Emphasizing the importance of scholarly qualifications, the abstract highlights key elements such as comprehensive knowledge of the Quran and Hadith, proficiency in Arabic language, and an understanding of legal principles. It underscores the dynamic nature of Ijtihad, enabling adaptation to contemporary issues while respecting traditional jurisprudential foundations. The study underscores the significance of scholarly rigor, contextual understanding, and adherence to ethical principles in the exercise of Ijtihad Qualifications.

Key words: Legal Reasoning, Islamic Law, Jurisprudence, Legal Interpretation

تعارف:

اسلام ایک اکمل اور جامع دین ہے جس کا ثبوت (المائدہ:3) (یعنی آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی) سے واضح طور پر ملتا ہے، اور شریعتِ محمدیہ تا قیامت نو پید اشدہ انسانی مسائل وضروریات کے حل کے لیے کافی وشافی ہے۔ زمانہ نبوی سے لے کر آج تک ہر دور میں زمانے اور حالات کے بدلنے سے نئے نئے مسائل انسانیت کو درپیش رہے اور خدا جانے قیامت تک مزید کتنے مسائل پیش آنے والے ہیں، لیکن شریعتِ اسلامی کا یہ خصوصی امتیاز ہے کہ یہ ہر دور میں انسانی مسائل کے حل کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئی ہے۔ عہد رسالت سے آج تک کوئی بھی ذی شعور اور سلیمُ الفطرت شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکا اور نہ ہی آئندہ کر سکے گا کہ مجھے زندگی کے فلاں شعبے میں فلاں مسئلہ درپیش ہوا لیکن شریعتِ اسلامی میں اس کا حل نہیں ملا۔ اس لیے کہ اگر شریعت کسی بھی انسانی زندگی کو درپیش مسئلے کے حل سے قاصر ہو جائے تو اسلام کی ابدیت اور ہمہ گیریت پر انگلیاں اٹھیں گی، اور العیاذ باللہ دعویٰ قرآنی **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي** کا باطل ہونا لازم آئے گا جو کہ بداہتاً باطل ہے۔

البتہ یہ ہر دور کے ماہرین مجتہدین علماء وفقہاء کا کام ہے کہ وہ لوگوں کو پیش آمدہ جدید مسائل کے حل کے لیے اپنا کردار ادا کریں، تاکہ روزِ روشن کی طرح یہ حقیقت آشکارا ہو جائے کہ واقعتہً اسلام قیامت تک کے انسانوں کے لیے رہبر ورہنما ہے۔ نیز معترضین کا رد بھی ہو جائے کہ اسلام

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

کوئی فرسودہ نظام نہیں ہے بلکہ یہ قانونِ فطرت اور زندہ و جاوید شریعت ہے۔ یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ اسلامی نظام اس قدر جامع اور مسائل زندگی پر اس قدر حاوی ہے کہ دنیا کا کوئی بھی دوسرا نظام ہر گز اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔

اب مسائل و احکام کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ان مسائل کی ہے جن کا حکم قرآن و سنت میں صراحتاً ملتا ہے، ایسے مسائل کو "احکامِ منصوصہ" کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے مسائل میں اجتہاد یا رائے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دوسری قسم ان مسائل کی ہے جن کا حکم کسی آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبوی سے صراحتاً نہ ملتا ہو، بعد میں علمائے مجتہدین دلائل و نصوص میں غور و فکر کر کے اجتہاد کے ذریعے اس کا شرعی حل تلاش کریں۔ ایسے مسائل کو "احکامِ غیر منصوصہ" کہا جاتا ہے، درحقیقت یہی مسائل اجتہاد کا محل اور اس کے دائرہ کار میں شامل ہیں۔ فقہائے کرام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اجتہاد کے تعریف مختلف الفاظ اور انداز سے بیان کی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

امام غزالیؒ کے نزدیک:

"اجتہاد اسے کہتے ہیں کہ مجتہد شرعی مسائل کے حل (اور احکام کی معرفت کے لئے) اپنی پوری طاقت خرچ کردے، اس طور پر کہ وہ مزید تلاش (اور کوشش) سے اپنے کو قاصر سمجھے۔[(1)]"

شاہ ولی اللہ کی نظر میں:(2)

یعنی احکام شرعیہ فرعیہ کو اس کے تفصیلی دلائل سے حاصل کرنے میں مجتہد جو محنت صَرف کرتا ہے، اسے اجتہاد کہتے ہیں۔

علمائے اصولیین کے نزدیک:

یعنی فقیہ کسی مسئلے کے شرعی حکم کے گمان تک پہنچنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں صَرف کردے، تو اس کو اجتہاد کہتے ہیں۔

ان تعریفات سے پتہ چلا کہ کسی مجتہد کے استنباط کردہ مسائل اور ان کے دلائل کو محض سمجھ لینے کا نام اجتہاد نہیں ہے بلکہ اجتہاد یہ ہے کہ اصولِ کلیہ کی معرفت حاصل کر کے ان سے جزئیات و فروع کا استخراج کرنے کی مہارت اور ملکہ پیدا ہو جائے، اور اس مقصد کے حصول کے لیے مجتہد اپنی تمام توانائی اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔(3)

اجتہاد سے متعلق چند غلط فہمیاں اور ان کا ازالہ:

اجتہاد کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر بعض لوگوں میں اجتہاد کے متعلق مختلف قسم کی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، جن میں سے دو کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ بعض لوگوں کو اس آیت: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (القمر:17) (اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے، تو کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟) سے غلط فہمی ہو گئی کہ جب قرآن آسان ہے تو پھر اس سے مسائل کا استنباط و استخراج صِرف علماء کے ساتھ کیوں خاص ہے، ہر شخص کو اس کی اجازت کیوں نہیں دی گئی؟

اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں یَسّرنا کے بعد للذّکر کا لفظ موجود ہے، مطلب یہ کہ قرآن نصیحت و عبرت حاصل کرنے کے لیے آسان ہے، مسائل و احکام کے استنباط و استخراج کے لیے نہیں، بلکہ قرآن کریم میں دوسری جگہ مذکور ہے کہ مسائل و احکام کا استنباط محققین اور راسخین فی العلم کا کام ہے۔ جیسا کہ سورۂ نساء میں مذکور ہے:

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ (النساء: 83)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

علامہ ابن کثیرؒ مذکورہ آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

"اگر یہ لوگ اس (مسئلہ) کو رسولؐ کے یا اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو تحقیق کا مادہ رکھتے ہیں۔([4])"

اس سے معلوم ہوا کہ پیش آمدہ جدید مسائل کا استنباط و استخراج ہر ایک کے بس کی بات نہیں بلکہ اصحابِ تحقیق اور اہلِ استنباط اس کے اصل حق دار ہیں۔

2۔ بعض لوگوں کو یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ جب قرآن اور حدیث ہمارے پاس موجود ہیں تو پھر ہم خود ان سے مسائل کا استنباط کیوں نہ کریں اور دوسروں کی تقلید کے محتاج کیوں رہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کم فہم لوگ آئمہ مجتہدین کے ساتھ حرِص کرتے ہیں، حالانکہ وہ یہ بات نہیں جانتے کہ قرآن اور حدیث سے مسائل کے استنباط و استخراج کے لیے جس قدر علمی امتیاز اور دیگر اوصاف کی ضرورت ہے ائمہ مجتہدین اس سے پوری طرح مزیّن تھے، اور انھیں اجتہاد کا پورا ملکہ حاصل تھا جبکہ یہ نام نہاد مجتہدین اس معیار پر ہرگز پورے نہیں اترتے۔

نااہل مجتہدین کے فاسد اجتہادات

اجتہاد کوئی ایسی معمولی چیز نہیں ہے کہ ہر شخص اس کی جسارت کر بیٹھے، بلکہ یہ ایک اہم اور نازک (Delicate) دینی فریضہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ہر شخص کو اس کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ اگر ہر شخص کو اس کی اجازت مل جائے تو ہر ایک اپنے مزاج کے مطابق شرعی احکام میں تصرّف کرے گا، اس طرح دینِ اسلام ایک کھیل بن جائے گا اور فتنوں کا ایک نیا دروازہ کھل جائے گا۔ اسی لیے علمائے محققین نے اس کے لیے انتہائی سخت اور کڑی شرائط (Conditions) مقرر کی ہیں۔ جس شخص میں وہ شرائط (Conditions) پائی جائیں گی وہ اجتہاد کا اہل ہو گا ورنہ یہ نام نہاد (So-called) اجتہاد سراسر گمراہی اور پرلے درجے کی حماقت ہو گی۔ نیز اگر نااہل یا معمولی صلاحیت والے لوگ اجتہاد کریں گے تو بعض اوقات ایسے مضحکہ خیز لطیفے ہوں گے کہ جن کو سن کر ہنسی آئے گی، اور کبھی ایسے شرمناک اجتہادات سامنے آئیں گے کہ عقل دنگ رہ جائے گی۔ یہاں نااہل مجتہدین کے اجتہادات کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

پہلی مثال

ایک پڑھے لکھے صاحب نماز میں کھڑے کھڑے جھوما کرتے تھے۔ ایک دن جب نماز سے فارغ ہوئے، تو کسی نے پوچھ لیا کہ صاحب یہ حرکت کیسی؟ انھوں نے جواب دیا کہ حدیث شریف میں اس کا حکم آیا ہے۔ سائل نے کہا کہ ہم نے تو آج تک ایسی کوئی حدیث نہ پڑھی، نہ سُنی، نہ دیکھی جس میں نماز ہِل کر پڑھنے کا حکم آیا ہو۔ وہ کون سی حدیث ہے ہمیں بھی تو دِکھاؤ۔ وہ صاحب حدیث کے اردو ترجمے والی کتاب لے کر آئے جس میں حدیث إِذَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ، فَلْيُخَفِّفْ ([5]) آیا ہے کہ جب کوئی شخص لوگوں کی امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھے۔ ان صاحب نے ہلکے بمعنی "خفیف" کو ہلکے بمعنی "حرکت کرنا" پڑھا۔ اور اپنے خود ساختہ اجتہاد سے یہ مطلب نکالا کہ نماز کو حرکت کر کے یعنی ہِل ہِل کے پڑھنا چاہیے۔ یہ ہے حقیقت ان کے انوکھے اجتہاد کی۔

دوسری مثال:

ایک متجدّد نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی غیر محرم اجنبیہ عورت کے چہرے کی طرف دیکھ لے تو اس کو بھی سو(100)کوڑے بطورِ حد لگائے جائیں، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے **الْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ** ([6]) یعنی آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔لہذا جب نظر سے زنا پایا گیا تو کوڑے بھی لگائے جائیں گے۔حالانکہ کسی بھی محدّث نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان نہیں کیا، بلکہ محدثینِ کرام کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ النظر برید الزنا یعنی نظر بذاتِ خود زنا نہیں بلکہ زنا کا ذریعہ ہے۔اس کی تائید دوسری حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے **زِنَا العَيْنِ النَّظَرُ** ([7]) یعنی آنکھ کا زنا نظر کے ذریعے ہوتا ہے۔آج کل کے متجددین کا حال یہ ہے کہ وہ ایسی ایسی فحش غلطیاں کرتے ہیں کہ تھوڑی بہت اسلامی معلومات رکھنے والا بھی ان کے غلط ہونے کو محسوس کرتا ہے۔

بہر حال نا اہل مجتہدین کے فاسد استدلالات کی یہ چند مثالیں ہیں، اس طرح کے عجیب وغریب استدلالات سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون ہی کہا جا سکتا ہے۔ان مثالوں سے پتہ چلا کہ اجتہاد کے لیے صرف **سطحی معلومات** (Surface information) کافی نہیں بلکہ رسوخ فی العلم ہونا ضروری ہے۔ان نا اہل مجتہدین کو سرسری اور سطحی نوعیت کی معلومات سے اپنے مجتہد ہونے کا دھوکہ ہوتا ہے، اور آئے دن بغیر دلیل کے من گھڑت اور انوکھے اجتہادات داغتے رہتے ہیں۔وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ طبیب وہ ہوتا ہے جو پوری طِب کے مزاج سے واقف ہو، محض چند دوائیوں کے نام یاد کر لینے سے کوئی طبیب نہیں بن جاتا، بالکل اسی طرح مجتہد وہ ہوتا ہے جو پوری شریعت کے مزاج کو اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہو، جزوی معلومات سے کوئی مجتہد نہیں بن جاتا۔اس قسم کے شائقینِ اجتہاد بکثرت پائے جاتے ہیں۔ان پر یہ شعر صادق آتا ہے

گر مجتہد ہیں آپ تو کچھ لایئے ثبوت دعویٰ بلا دلیل تو مانا نہ جائے گا

بغیر معیارات واہلیت کے اجتہاد کرنے پر سخت وعیدیں

یہ ایک نا قابلِ انکار حقیقیت ہے جیسا کہ ابھی ماقبل میں ذکر ہوا ہے کہ اجتہاد ایک عظیم المرتبت کام ہے اور یہ علم کا ایسا بلند ترین مقام ہے جس کے لیے اہلیت وصلاحیت کا ہونا انتہائی ناگزیر (Inevitable) ہے۔اہلیت وصلاحیت کے بغیر کیا گیا اجتہاد محض تسکینِ قلب کے لیے ہوگا جو نفس پرستی ہوگی اور نفس پرستی کی خاطر اجتہاد وافتاء بہت بڑی جسارت کی بات ہے، جس پر احادیث میں سخت وعیدیں اور تنبیہات موجود ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أجرؤكم على الفتيا، أجرؤكم على النار"([8])

جو لوگ تم میں سے بغیر تحقیق فتوی دینے (اجتہاد کرنے) میں جری ہیں وہ تم میں سے آگ میں داخل ہونے میں بھی جری ہوں گے۔"

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

جو شخص بغیر علم (دلیل) کے لوگوں کو فتویٰ دے گا تو جس کو فتویٰ دیا گیا ہے اس (پر عمل کرنے) کا گناہ بھی فتویٰ دینے والے کو ہوگا۔9)"

اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے سخت تنبیہ ہے جو تحقیق اور دلیل کے بغیر فتویٰ دیتے ہیں، اور ان کو شرعی اصول وقواعد پر اس درجہ دسترس اور مہارت حاصل نہیں جو ایک مفتی اور مجتہد میں ہونا ضروری ہے لیکن اس کے باوجود وہ لوگ فتویٰ اور اجتہاد کی کٹھن وادی میں گھسنے کی کوشش

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جو خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ نیز حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ:

"کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون سی زمین کو اٹھائے گی اگر میں قرآن مجید کے بارے میں کوئی بات اپنی رائے سے کہوں۔ایک اور روایت میں ہے :اگر میں کتابُ اللہ کی کسی آیت کے بارے میں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں۔(10)"

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ قول اگرچہ تفسیر بالرائے کے بارے میں ہے، تاہم اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بغیر علم و فہم اور بغیر دلیل کے محض اپنی ذاتی رائے کی بنیاد پر قرآن و سنت اور احکام شریعت میں تصرّف کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ البتہ اگر کسی شخص میں اجتہاد کی صلاحیت و استعداد اور مطلوبہ شرائط (Required Conditions) پائی جائیں، اور اجتہاد دلیلِ صحیح کی بنیاد پر کیا جائے تو ایسا اجتہاد جائز ہے، اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے امام محمد بن حسن الشیبانیؒ ف:

"جو شخص کتاب اللہ اور سنّت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے اقوال اور فقہائے مسلمین کے استحسان کو جاننے والا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرے اس مسئلہ میں جس میں وہ مبتلا ہے۔(11)"

پتہ چلا کہ دلیل کی بنیاد پر ہونے والا اجتہاد جائز ہے، خود رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب نے اجتہاد کیا جس پر ذخیرہ احادیث اور مجموعہ روایات شاہد ہیں، لیکن یہ بحث اس تفصیل کی متقاضی نہیں۔ نیز دلیل کی بنیاد پر ہونے والا اجتہاد نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے اور اجتہاد کرنے والا عند اللہ بڑے اجر کا مستحق ہو گا۔ چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"جب حاکم (قاضی) فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے پھر اس نے درست فیصلہ کیا تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب وہ اجتہاد سے فیصلہ کرے پھر خطا ہو گئی تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔(12)"

نیز مسندِ احمد کی ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ فَلَهُ عَشَرَةُ أُجُورٍ ([13]) یعنی اگر اس کا اجتہاد درست ہے تو اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔ امام محمد بن حسن الشیبانیؒ سے پوچھا گیا کہ آدمی فتویٰ (اجتہاد) کا اہل کب ہوتا ہے؟ تو امام محمدؒ نے جواب دیا: **إذا كان صوابه أكثر من خطئه ([14])** یعنی جب اس کے اجتہاد سے کیے گئے درست فیصلے اس کے غلط فیصلوں سے زیادہ ہوں۔ کیونکہ جب درست فیصلوں کی تعداد زیادہ ہو گی تو وہی غالب ہوں گے اور غالب کے مقابلے میں مغلوب کا اعتبار نہیں ہوتا، جیسا کہ اصول فقہ کا مشہور ضابطہ ہے القلیل کالمعدوم اسی لیے احکام شرعیہ کا مدار اعم اور اغلب پر ہے۔

اہلیتِ اجتہاد کے لیے درکار شرائط و معیار

اگر اجتہاد کی حقیقت پر غور و خوض کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اجتہاد محض اٹکل یا قیاس آرائی کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ لگے بندھے اصول (Tied rules) اور طے شدہ قواعد وضوابط اور مقررہ شرائط ہیں۔ لہذا اب ان اصول و قواعد اور شرائط کو ذکر کیا جاتا ہے جن کا ایک مجتہد میں پایا جانا ضروری ہے اور جن کے بغیر اجتہاد کے میدان میں قدم رکھنا جائز نہیں ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

عربی پر مہارت

بلاشبہ عربی قرآن وحدیث کی زبان ہے اور اس کے بغیر اسلامی تعلیمات اور شرعی احکام سے واقفیت اور مسائل کی صحیح تخریج ممکن نہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

نیز بغیر عربی زبان کے اجتہاد تو درکنار آیات واحادیث کا نفسِ مطلب بھی سمجھ نہیں آسکتا، اس لیے لغت عربی سے واقفیت مجتہد کے لیے بنیاد اور اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔لہذا مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ علومِ عربیت میں پوری مہارت رکھتا ہو، محض تھوڑی بہت عربی دانی کافی نہیں ، قواعدِ عربیہ سے باخبر ہو اور عربی زبان کو جاننے کے لیے جن علوم وفنون کی ضرورت ہے مثلاً صرف ونحو اور بلاغت میں ماہر ہو، خاصیاتِ ابواب اور اشتقاق پر مطلع ہو، کیونکہ اعراب کے بدلنے اور تعریف وتنکیر میں معمولی سا فرق آجانے سے بھی کلام کے معنٰی بالکل بدل جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مجتہد کے لیے عربی زبان سے واقفیت کو واجب قرار دیتے ہیں، چنانچہ شاہ ولی اللہؒ تحریر فرماتے ہیں:

اور اسی طرح مجتہد پر واجب ہے کہ وہ اس علمِ لغت کو جانتا ہو جو قرآن وسنت میں امور احکام کے بارے میں ہے، عرب کی تمام لغات کا جاننا ضروری نہیں ہے:(15)"

بے شک مجتہد کے لیے عربی زبان سے واقفیت از حد ضروری ہے تاہم اس کے لیے یہ شرط نہیں لگائی گئی کہ وہ عرب کی تمام لغات جانتا ہو بلکہ جس لغت میں قرآن نازل ہوا ہے صرف اس پر مہارت رکھتا ہو، اور یہ شرط بھی نہیں ہے کہ وہ امام النحو ہو اور نحوی علوم کی معرفت میں علامہ خلیل اور علامہ مبرد رحمہا اللہ (دونوں نحو کے مشہور امام ہیں) کا ہم پلّہ ہو۔ چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:(16):

مجتہد کے لیے یہ شرط نہیں لگائی گئی کہ وہ علامہ خلیل اور علامہ مبرّد کے درجے کا ہو اور نہ یہ کہ وہ تمام لغات جانتا ہو اور نحو میں گہرائی رکھتا ہو، بلکہ اس قدر عربی جاننا ضروری ہے جو کتاب اور سنت سے متعلق ہو، اور اس کے ذریعے وہ خطاب کے مواقع اور مقاصد کے حقائق سے واقف ہو جائے۔"

قرآن وحدیث پر مکمل عبور

احکام شرعیہ کا اصل منبع وماخذ (Source) قرآن وحدیث ہیں، جو اسلامی قانون کی بنیاد ہیں، لہذا مجتہد کے لیے ان آیات واحادیث پر مکمل عبور اور گہری نظر ہونا لازم ہے جن کا تعلق احکام سے ہے۔ وہ آیات جن سے حکم شرعی صراحتاً معلوم ہوتا ہے، ان کی تعداد تقریبا پانچ سو ہے۔ان آیات کا حافظ ہونا ضروری نہیں بلکہ اتنا کافی ہے کہ بوقتِ ضرورت ان سے احکام کا استنباط کر سکے۔ چنانچہ امام غزالیؒ اپنی مشہورِ زمانہ کتاب "المستصفیٰ" میں رقم طراز ہیں7:

"بہر حال اللہ عزّ وجلّ کی کتاب (قرآن) ہی اصل چیز ہے اور (مجتہد کے لیے) اس کی معرفت ضروری ہے۔۔۔ایک یہ کہ پوری کتاب کو جاننے کی شرط نہیں لگائی گئی بلکہ ان آیات کو جاننا کافی ہے جن کا تعلق احکام سے ہے اور وہ پانچ سو آیات ہیں ۔دوسرے یہ کہ ان آیات کو زبانی یاد کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اتنا کافی ہے کہ وہ ضرورت کے وقت مطلوبہ آیات کی جگہوں کو جانتا ہو۔"

اس کے ساتھ ہی اسباب نزول اور ناسخ ومنسوخ سے پوری طرح آگاہ ہو۔ متواتر اور شاذ قراءات سے بخوبی واقف ہو تا کہ آیات کی درست تفسیر اور احکام کی صحیح کیفیت سامنے آسکے۔ اسی طرح وہ احادیث جو احکامات سے متعلق ہیں ان کی تعداد تقریباً تین ہزار ہے۔ منصبِ اجتہاد پر فائز ہونے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ احادیث متعارضہ کے درمیان تطبیق وترجیح کے اصول اور طریقہ کار کو جانتا ہو، اسمائے فنِ رجال یعنی جن راویوں سے روایات لی گئی ہیں ان کے احوال پر نظر ہو، اور ان راویوں کے بارے میں آئمہ جرح وتعدیل کے اقوال پر مطلع ہو۔ حدیث صحیح، ضعیف، معلل، شاذ، مرفوع، موقوف اور مقطوع کے فرق کو بھی سمجھتا ہو تا کہ احادیث کی درست تشریح اور ان سے مسائل کی صحیح تخریج کر سکے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

۔تمام احادیث کا مجموعہ تو لاکھوں میں ہے، مجتہد کے واسطے تمام احادیث کو جاننا اور ان کو زبانی یاد کرنا ضروری نہیں بلکہ جو احکام سے متعلق ہیں ان کا شعور ہونا کافی ہے، البتہ احکامات والی احادیث کو یاد کرلینا مستحسن اور افضل ہے۔

جیسا کہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

”بہر حال سنت پس ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جن کا تعلق احکام سے ہے، اس لیے ان احادیث کی معرفت لازم نہیں ہے جن کا تعلق مواعظ اور احکام آخرت (قیامت، جنت اور دوزخ) وغیرہ سے ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے لیے ان احادیث کو زبانی یاد کرنا ضروری نہیں ہے، اور اگر ان کے حفظ پر قادر ہو جائے تو یہ احسن اور اکمل ہے۔“ 18

نیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعینؒ کے اقوال اور ان کے فتاویٰ پر بھی مکمل عبور ہو، کیونکہ جس چیز پر ان نفوسِ قدسیہ کا اجماع ہو جائے اس کا اتباع ہم پر واجب ہے اور اس سے خروج قطعاً جائز نہیں ہے۔ مجتہد کے لیے تمام اجماعی اور اختلافی مسائل کا احاطہ بھی ضروری نہیں ہے بلکہ جس مسئلہ کے بارے میں وہ فتویٰ دے رہا ہے یا جس میں وہ اجتہاد کر رہا ہے، اس کے تمام پہلوؤں کو کماحقہ جاننا ضروری ہے تاکہ خرقِ اجماع لازم نہ آئے۔ چنانچہ ”المستصفیٰ“ میں مذکور ہے:

”اجماع کے سلسلے میں اسے اجماع کے مواقع معلوم ہونے چاہییں تاکہ وہ اجماع کے خلاف فتویٰ نہ دے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اسے اجماع اور اختلاف کے تمام مواقع یاد ہوں، بلکہ جس مسئلہ میں وہ فتویٰ دے رہا ہے، پس ضروری ہے کہ اس میں اسے یہ معلوم ہو کہ (اس مسئلہ میں) اس کا فتویٰ اجماع کے خلاف نہیں ہے۔“

اصول فقہ بالخصوص قیاس کے اصول و شرائط کا علم

مجتہد کے لیے ایک لازمی شرط یہ ہے کہ وہ علم اصول فقہ پر کامل بصیرت رکھتا ہو، کیونکہ اصول فقہ پر ہی اجتہاد کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر علامہ فخر الدین رازیؒ اسے أھم العلوم اور امام غزالیؒ اسے أعظم العلو مقرار دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ رازیؒ اپنی کتاب المحصول میں تحریر فرماتے ہیں(19):

”بیشک مجتہد کے لیے تمام علوم میں سے سب سے اہم علم اصول فقہ ہے۔“(20)

”امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

علوم اجتہاد میں جو سب سے عظیم علم ہیں وہ تین ہیں: حدیث، لغت اور اصولِ فقہ۔“

اصولِ فقہ کی کتابیں ادلّہ اربعہ یعنی کتاب اللہ، سنّتِ رسول اللہ، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی کی تفصیلی مباحث پر مشتمل ہیں۔ قرآن وحدیث سے صحیح استدلال کے لیے ضروری ہے کہ وہ اصولِ فقہ کی اصطلاحات مثلاً مثلاً ظاہر، نص، مفسر، محکم، مجمل، متشابہ، عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص وغیرہ سے واقف ہو کیونکہ جس شخص کو ان چیزوں کا معلوم نہ ہو تو وہ کیسے درست مسئلہ مستنبط کر سکتا ہے۔ بالخصوص قیاس کے اصول و قواعد اور شرائط و ضوابط میں دقیق النظر اور کامل الفہم ہو، کیونکہ قیاس ہی وہ جوہر ہے جو مجتہد کی صلاحیت کو نکھار کے سامنے لاتا ہے۔ جیسا کہ مجتہد کی صفات کے بیان میں ذکر کیا گیا ہے۔(21)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

"مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ وجوہِ قیاس کو جانتا ہو یعنی اسے علتوں، حکمتوں، انساب اور شروط کی معرفت حاصل ہو۔ اسی طرح اسے لوگوں کے واقعات اور ان کے حالات و معاملات کا پتہ ہو یہاں تک کہ وہ جانتا ہو جن حکمتوں پر وہ احکام متحقق ہوتے ہیں اور اس کو استنباط احکام کا ملکہ حاصل ہو، ان تمام امور کے بعد وہ اجتہاد کے میدان میں اس طرح چلے کہ خطرات سے مامون ہو۔"

خداداد فہم و فراست

مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ من جانب اللہ اس کو نورِ فہم اور فراست ایمانی اور نورِ ایمانی سے خاص حصہ ملا ہو، ذکاوت اور ذہانت میں ایسا ممتاز ہو کہ بڑے بڑے اذکیاء اور عقلاء کی گردنیں اس کی خداداد فہم کے سامنے خم ہوں۔ اجتہاد کے لیے معمولی علم اور معمولی فہم کافی نہیں۔ اس کے لیے ایسا غیر معمولی فہم اور ادراک چاہیے کہ جو علماء، فضلاء، عقلاء اور اذکیاء میں ضرب المثل بن گیا ہو۔([22])

چنانچہ "الاجتہاد فی الشریعۃ الاسلامیۃ" میں بھی مجتہد کی شرائط میں سے ایک شرط یہ لکھی ہے:

"مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ سمجھ دار دل، روشن دماغ، عقل مند، اور حقیقت کی گہرائی تک پہنچنے والا ہو، کبھی دلیل کو نہ بھولے اور نہ ہی نص سے غافل ہو، اور نہ اس سے اشارہ فوت ہو اور اپنے اجتہاد میں بڑی حد تک غلطی سے محفوظ ہو۔"

حالاتِ زمانہ کے تقاضوں سے آگاہی

اجتہاد کے لیے مجتہد کا زمانہ شناس ہونا بھی ایک لازمی شرط ہے۔ مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ قومی و ملکی مصلحتوں اور زمانہ کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے اچھی طرح آگاہ ہو، لوگوں کے عرف و عادات اور معاملات کی جدید صورتوں کو جانتا ہو، کیونکہ حالاتِ زمانہ کے تقاضوں سے مکمل آگاہی کے بغیر وہ جدید پیش آمدہ مسائل میں صحیح حکم شرعی تک رسائی اور درست نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا، اس لیے لوگوں کے حالات سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ اس بارے میں فقہائے کرام کا مشہور مقولہ ہے :

من جهل بأهل زمانه فهو جاهل۔(24)

"جو شخص اپنے زمانے کے لوگوں سے بے خبر ہو وہ جاہل ہے۔"

امام غزالیؒ ائمہ مجتہدین کے اس خصوصی وصف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان (آئمہ مجتہدین) میں سے ہر ایک عابد و زاہد اور علوم آخرت کو جاننے والا اور مخلوقِ خدا کی دنیاوی مصلحتوں سے پوری طرح باخبر تھا۔"(25)

نیز ایک اور جگہ مجہتد کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"وہ مخلوقِ خدا کی مصلحتوں میں غور و فکر کرنے والا اور ان کو شریعت کے معیار پر قیاس کرنے والا ہو۔"(26)

اسی طرح علامہ شامیؒ نے عرف و عادات میں تغیّر کے بارے میں ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں:

"بہت سے احکام ہیں جو زمانے کی تبدیلی کے ساتھ بدل جاتے ہیں، اس لیے کہ اہلِ زمانہ کا عرف بدل جاتا ہے، نئی ضرورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، اہلِ زمانہ میں فساد پیدا ہو جاتا ہے، اب اگر شرعی حکم پہلے کی طرح باقی رکھا جائے تو یہ مشقت اَور لوگوں کے لیے ضرر کا باعث ہو جائے گی اور ان شرعی اصول و قواعد کے خلاف ہو جائے گا جو سہولت و آسانی پیدا کرنے اور نظامِ کائنات کو بہتر اور عمدہ طریقہ پر رکھنے کے لیے ضرر و فساد کے ازالہ پر مبنی ہے۔(27)"

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

علامہ ابن قیمؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے کہ کسی شخص کے لیے مناسب نہیں کہ جب تک اس میں پانچ خصلتیں نہ پائی جائیں اپنے آپ کو فتویٰ (اجتہاد) کے لیے پیش کرے۔ ان میں سے پانچویں یہ ہے کہ اسے لوگوں کے احوال کا پتہ ہو۔ آگے چل کر علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"بہر حال پانچویں شرط "لوگوں کے احوال کی معرفت" یہ بہت بڑا اصول ہے جس کے مفتی اور حاکم دونوں محتاج ہیں۔" (28)

اجتہاد کا موقع و محل اور طریقے

مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ اسے اجتہاد کا مقام اور موقع و محل معلوم ہو اور وہ اجتہاد کے طریقوں کو علیٰ وجہ البصیرت جانتا ہو کہ کس مسئلے میں کس وقت اور کس طرح اجتہاد کیا جاتا ہے، درپیش مسائل میں ائمہ کے مسالک اور ان کے اختلاف سے واقف ہو اور یہ بات معلوم ہو کہ انھوں نے ان مسائل کا حل ادلہ تفصیلیہ سے کیسے اخذ کیا۔ فقہائے کرامؒ نے بڑی شدّ و مد کے ساتھ اس بات کی صراحت کی ہے کہ جو شخص متعلقہ مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرامؒ کے مسالک اور ان کے اختلاف سے ناآشنا ہو وہ ہرگز مجتہد ہونے کا اہل نہیں۔ چنانچہ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں:

"جس شخص نے (علماء وفقہاء) کے اختلاف کی معرفت حاصل نہیں کی اس کو فقہ کی ہوا بھی نہیں لگی۔"

ہشام بن عبد اللہ الرازیؒ فرماتے ہیں:

"یعنی جو شخص فقہاء کے اختلاف کو نہ جانتا ہو تو وہ فقیہ نہیں ہے۔"

حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

"کسی شخص کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو فتویٰ دے یہاں تک کہ وہ لوگوں (علماء وفقہاء) کے اختلاف کو جان لے۔"

نیز اس کے ساتھ اختلافِ صحابہ اور اختلافِ ائمہؒ سے استفادہ اور ان میں تطبیق و ترجیح کی صلاحیت بھی اس میں موجود ہو۔

تقویٰ و پرہیز گاری

ایک انتہائی اہم اور بنیادی شرط یہ ہے کہ مجتہد تقویٰ و پرہیز گاری اور عند اللہ جواب دہی کا یقینِ کامل رکھتا ہو، کیونکہ تقویٰ ایسا جوہر ہے جس کے بغیر شرعی مسائل کا صحیح استنباط تقریباً ناممکن ہے کیونکہ جس شخص کا دل خوف خدا سے خالی ہو گا وہ اس ذمے داری کو اپنے لیے بوجھ سمجھے گا اور اس بوجھ کو اتارنے کے لیے وہ اٹکل پچو سے کام لے گا۔ نیز یہ کہ وہ عادل ہو فاسق نہ ہو، کبائر کے ارتکاب اور صغائر پر اصرار سے بچتا ہو، خواہشاتِ نفسانی اور ہویٰ پرستی سے اجتناب کرنے والا ہو اور زبانِ حال سے اس شعر کا صحیح مصداق ہو:

"میں حق کا بندہ ہوں، خواہشاتِ نفسانی کا بندہ نہیں ہوں، خواہشاتِ نفسانی پر اللہ کی لعنت ہو۔"

اگر ہم آئمہ مجتہدین کے حالاتِ زندگی پر نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ وہ سب حضرات تقویٰ و طہارت، اخلاص و للّٰہیت، خوفِ خدا اور عند اللہ جواب دہی کا احساس رکھنے والے تھے۔

مقاصد شریعت سے واقفیت

مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقاصدِ شریعت اور مزاجِ شریعت سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔ شریعت کی روح اور اس کے رموز و اسرار کا اسے علم ہو۔ نصوص شرعیہ کو سمجھ کر اسے واقعات پر منطبق کرنا مقاصدِ شریعت کی معرفت پر موقوف ہے۔ جو شخص مقاصد شریعت کا شعور نہ رکھتا ہو اسے اجتہاد کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کی مصلحتوں اور اغراض سے بھی تفصیلی طور پر باخبر ہو کیونکہ شریعت کی بنیاد ہی لوگوں کی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

مصلحتوں اور ان کے مفادات کو سامنے رکھ کر رکھی گئی ہے لیکن مفادات کا اعتبار شریعت کے متعین کردہ طریقوں پر ہوگا۔ مقاصد شریعت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ علامہ شاطبیؒ اجتہاد کے لیے دو بنیادی شرطوں کو لازم قرار دیتے ہیں، ان میں سے ایک مقاصدِ شریعت کی فہم کا ادراک ہے۔ چنانچہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

"اجتہاد کا مرتبہ صرف اس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو دو صفتوں کے ساتھ متّصف ہو۔ ان میں سے ایک مقاصدِ شریعت کی فہم کا کامل ہونا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی فہم پر بناء کرتے ہوئے مسائل کا استنباط ممکن ہو۔ بہر حال پہلی شرط کتاب المقاصد میں گزر چکی ہے کہ شریعت لوگوں کی مصلحتوں کے اعتبار پر مبنی ہے مصالح کا اعتبار اس لیے کیا گیا ہے کہ شارع نے اسے اسی طرح وضع کیا ہے نہ کہ مکلف کے ان مصالح کو حاصل کرنے کی وجہ سے، اس لیے کہ مصلحتیں نسب اور اضافات کے وقت مختلف ہوتی ہیں۔

اجتہاد کی ان آٹھ شرائط کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"ان آٹھ شرائط کا مجتہد مطلق میں جمع ہونا شرط ہے جو شریعت کے تمام مسائل میں فتویٰ دیتا (اجتہاد کرتا) ہے۔"

بہر حال! جو شخص ان مذکورہ بالا طے شدہ شرائط کی روشنی میں اجتہاد کرے گا وہ معتبر و مقبول ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ نصرتِ خداوندی اس کو حاصل ہوگی، اور جو اجتہاد ان متعینہ اوصاف اور مطلوبہ شرائط کے بغیر کیا جائے گا وہ غیر معتبر اور غیر مقبول ہوگا، اور فتنہ کا باعث بنے گا۔ لہذا شرائط کے بغیر اجتہاد جائز نہیں ہے۔ یہ ماقبل میں ذکر کردہ شرائط تقریباً متفق علیہا ہیں، اگر ان میں کوئی معمولی سا اختلاف ہے بھی سہی تو وہ لائقِ التفات نہیں۔

فائدہ

عصر حاضر میں مجتہد کی ذکر کردہ تمام صفات کا کسی ایک شخص میں جمع ہونا تقریبا مشکل ہے، کیونکہ فسادِ زمانہ کے سبب ہویٰ پرستی اور علمی انحطاط دن بدن بڑھ رہا ہے، اور اگر کوئی ایسا شخص پایا جائے جو ان تمام صفات سے مزین ہو تو کسی کرامت اور معجزے سے کم نہیں۔ لہذا اب علمائے کرام کو انفرادی اور شخصی اجتہاد کے بجائے اجماعی اجتہاد کرنا چاہیے کیونکہ اجماعی اجتہاد میں غلطی کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مجتہد وہ ہے جسے شریعت کے ہر ہر مسئلہ کا پورا علم اور مکمل واقفیت ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ مجتہد کے لئے اتنا کافی ہے کہ جن مسائل میں وہ اجتہاد کر رہا ہے ان مسائل کی پوری تحقیق اور اس کے متعین پہلوؤں کی چھان بین میں اس کی رائے مجتہدانہ ہو اور درپیش مسائل میں اجتہاد کے حوالے سے ان تمام چیزوں کا پورا علم رکھتا ہو جو اسے مطلوبہ نتائج تک پہنچا دیں، چنانچہ "صاحبِ کشف الاسرار" فرماتے ہیں۔

"مفتی (مجتہد) کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ ہر مسئلے کا جواب دے، امام مالکؒ سے چالیس سوالات پوچھے گئے تو انہوں نے چھتیس کے بارے میں فرمایا: لاادری (یعنی میں نہیں جانتا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مجتہدین کرامؒ بہت سے مسائل کے بارے میں توقف فرماتے تھے۔ پس شرط یہ ہے کہ جس مسئلہ کے بارے میں وہ فتویٰ دے رہا ہے اس میں پوری بصیرت رکھتا ہو، جس مسئلہ کو جانتا ہے اس بارے میں فتویٰ دے۔"

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

بہر حال مذکورہ عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مجتہد کے لئے ہر ہر شرعی مسئلے کا جاننا شرط نہیں ہے بلکہ جن مسائل میں وہ اجتہاد کر رہا ہے اس کے تمام پہلوؤں سے آگاہی ضروری ہے۔ صحابہ کرام، تابعینؒ اور آئمہ مجتہدینؒ کو بھی بسا اوقات ایسے مسائل سے واسطہ پڑتا تھا جن کا انہیں علم نہ ہوتا تھا باوجود یہ کہ وہ مجتہد تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات سے بہت سے مسائل میں "لا ادری "یعنی میں نہیں جانتا، کہنا ثابت ہے جس سے ان کی شان اجتہاد میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

نتائج بحث

اب تک جو معروضات پیش کی گئیں ہیں ان سب کا حاصل اور لب لباب حسب ذیل ہے:

1۔ اجتہاد کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ بہت اہم اور نازک دینی و شرعی فریضہ ہے۔

2۔ اسلام ہر شخص کو اجتہاد کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اس کے لیے تبحّرِ علمی، دقّتِ نظر، عقل و فہم اور غیر معمولی صلاحیتیں درکار ہیں۔

3۔ بغیر اہلیت و صلاحیت کے کیا گیا اجتہاد غیر مقبول و غیر معتبر ہے، ایسانام نہاد اجتہاد قابلِ ردّ ہے اور یہ لوگوں میں فتنہ وفساد کے پھیلنے کا ذریعہ ہے۔

4۔ اہلیتِ اجتہاد کی متفق علیہا اور متعیّنہ شرائط یہ ہیں: لسانِ عربی پر مہارت، قرآن و حدیث پر مکمل عبور، اصولِ فقہ بالخصوص قیاس کے اصول و شرائط کا علم، خداداد فہم و فراست، حالات زمانہ کے تقاضوں سے آگاہی، اجتہاد کا موقع و محل اور اس کے طریقوں سے شناسائی، تقویٰ و پرہیز گاری اور مقاصد شریعت سے واقفیت۔

5۔ اجتہاد کے لیے بعض شرائط مختلف فیہا ہیں مثلاً اصولِ دین (علمِ کلام) کی معرفت، علم منطق کو جاننا، فقہ کے فروعی مسائل کا علم اور غیر مسلم کا اجتہاد وغیرہ۔

بعض حضرات کے نزدیک مجتہد میں ان چیزوں کا پایا جانا شرط ہے لیکن جمہور علماء و فقہاء ان کو شرط لازم قرار نہیں دیتے۔ علامہ شاطبیؒ نے جمہور سے تفرّد اختیار کرتے ہوئے غیر مسلم کو بھی اجتہاد کی اجازت دی ہے، لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک غیر مسلم اجتہاد کا اہل نہیں۔

6۔ دلائل و شرائط کی روشنی میں کیا گیا اجتہاد مقبول و مستحسن ہے اور جو اجتہاد بغیر دلائل و شرائط کے کیا جائے وہ مردود ہے اور احادیث میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

حوالہ جات

1۔الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد الطوسي، المستصفى: 342 ،الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: 1413ھ 1993م 1

2۔شاہ ولی اللہ، أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين الدهلوي، عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد:3 ،الناشر: المطبعة السلفية۔القاهرة

3۔عبد العزيز بن أحمد بن محمد علاء الدين البخاري الحنفي، كشف الأسرار شرح أصول البزدوي:14/4 ،الناشر: دار الكتاب الإسلامي

4۔ابن كثير ،اسماعيل بن عمر حافظ عماد الدين الدمشقي ،تفسير ابن كثير: 589/1

5۔مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري، صحيح مسلم: 341/1 ،الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت

6۔الدارمي، محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ، صحيح ابن حبان: 267/10 ، الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثانية:1414–1993

7۔البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله الجعفي البخاري ، صحيح البخاري: 54/8 ، الناشر: دار طوق النجاة، الطبعة الأولى: 1422ہ۔

8۔أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام الدارمي ، الدارمي، كتاب العلم:258/1، الناشر: دار المغني، المملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى: 1412 ھ 2000م

9۔أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير الأزدي السِّجِسْتاني، سنن أبي داود:321/3، الناشر: المكتبة العصرية بيروت

10۔ابن قيم، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين الجوزية، إعلام الموقعين عن رب العالمين: 1 / 43، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1411ھ 1991م

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

11ـ ابن قيم ، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين الجوزية، إعلام الموقعين عن رب العالمين: 2/ 123، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1411هـ 1991م

12ـ البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، الصحيح للبخارى: 9/ 108، رقم الحديث: 7352، الناشر: دار طوق النجاة، الطبعة الأولى: 1422هـ

13ـ أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني، مسند احمد: 11/ 367، رقم الحديث: 6755، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى: 1421 هـ 2001 م

14ـ سراج الدين عمر بن إبراهيم بن نجيم الحنفي، النهر الفائق شرح كنز الدقائق: 3/ 599، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: 1422هـ 2002م

15ـ الشاه ولي الله، أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين بن معظم بن منصور الدهلوي، عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد: 4، المطبعة السلفية القاهرة

16ـ الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، المستصفى: 344، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: 1413هـ 1993م

17ـ الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، المستصفى: 342، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: 1413هـ 1993م

(18ـ الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، المستصفى: 343، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: 1413هـ 1993م

19ـ الرازي، أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن الملقب بفخر الدين الرازي، المحصول: 6/ 25، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الثالثة: 1418هـ ـ 1997م

20ـ الشوكاني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله اليمني، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول: 2/ 210، الناشر: دار الكتاب العربي، الطبعة الأولى: 1419هـ 1999م

21ـ الدكتور عبد العزيز الخياط، الاجتهاد فى الشريعة الاسلامية لمؤتمر الفقه الاسلامى، المسئلة الرابعة فى شروط الاجتهاد، ص: 30،29

22ـ کاندھلوی مولانا محمد ادریس ؒ، اجتهاد اور تقلید، بحث شروط الاجتهاد ص: 65

23ـ الدكتور عبد العزيز الخياط، الاجتهاد فى الشريعة الاسلامية لمؤتمر الفقه الاسلامى، المسئلة الرابعة فى شروط الاجتهاد، ص: 30

24ـ ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي، رد المحتار على الدر المختار، الناشر: دار الفكر بيروت، الطبعة الثانية: 1412هـ 1992م

25ـ الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد الطوسي، إحياء علوم الدين: 1/ 24، الناشر: دار المعرفة – بيروت

26ـ الدكتور عبد العزيز الخياط، الاجتهاد فى الشريعة الاسلامية لمؤتمر الفقه الاسلامى، المسئلة الرابعة فى شروط الاجتهاد، ص: 27

27ـ ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي الشامي، نشر العرف في بناء بعض الاحكام على العرف، ص: 126/125، الناشر مركز البحوث الإسلامية مردان، الطبعة الأولى: 2012م ـ 1433هـ

28: القرضاوي، الدكتور محمد يوسف، الإجتهاد في الشريعة الإسلامية ص: 54، الناشر: دار القلم بالكويت، الطبعة الأولى: 1417هـ 1996م